قسط نمبر ۱۹

# ہندو تہذیب اور مسلمان

از جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب استاذ تاریخ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دلی

محمد شاہ بادشاہ کے دربار سے وابستہ نجومیوں میں مشیر خاں، منجم خاں اور مرزا محسن تاریخ نویس کے اسمائے گرامی قابلِ ذکر ہیں[1] احمد شاہ بادشاہ نے نجومیوں کو جاگیریں عطا کی تھیں۔ پنڈت رائے عرف نین سکھ کے اولاد کے نام ایک فرمان جاری ہوا تھا جس کی رو سے انہیں اپنے والد کی جاگیر بطور حقِ وراثت عطا کی گئی تھی۔

"کر دو لک ہشتاد ہزار درہم از پرگنہ ملاقواہ سرکار لکھنؤ صوبہ اودھ کہ ۱۷۷۶ روپیہ و کسرے حاصل آنست و نیا بر وطن بجاگیر پنڈت رائے عرف نین سکھ منجم تنخواہ بود در وجہِ انعام فرزندان و متعلقان منجم مذکورہ بطریق التمغا بلا قید آسامی وقسمت ........ نسلِ بعد نسلاً خالداً و مخلداً تبصرت آنہا بازگزارند"[2]

دہلی کے مشہور بازار چاندنی چوک میں نجومیوں کی ٹولیاں اپنی دکانیں سجائے بیٹھی رہتی تھیں۔

---

[1] تاریخ شاکر خانی (قلمی) ص ۱۱۲ الف

[2] فرامین سلاطین (مرتبہ بشیر الدین احمد دہلوی) ص ۱۵۸ تا ۱۶۰

مشیر خاں منجم کے کہنے پر احمد شاہ بادشاہ نے صفدر جنگ سے مقابلہ کرنے میں توقف سے کام لیا۔ تاریخ احمد شاہی (قلمی) ص ۴۴ الف ۴۵ الف نیز سیر المتاخرین (ا۔ت) ۲/ص ۱۱۵

درگاہ قلی خاں چشم دید منظر ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

"آگے بڑھئے تو آپ کو رمالوں، نجومیوں اور جوتشیوں کی جماعت کا جال بچھا ہوا نظر آئے گا جن کے پھندے سے نکل جانا مشکل بات ہے۔ یہاں خلقت اپنی تقدیر کے نوشتے کو معلوم کرنے کے لئے بیٹھی ہے۔ کوئی ہے جو خوش آئند واقعات سن کر مسرور ہو رہا ہے۔ اور کوئی ہے جو آئندہ کی پریشانیوں کو سن کر متفکر ہے۔ نجومیوں کی آمدنی اس بازار میں بہت کافی ہوتی ہے۔" [1]

میر حسن دہلوی نے اپنی منظوم مثنوی سحر البیان میں ایک بادشاہ کا حال بیان کیا ہے۔ جو لاولد تھا جب اس نے ہر جتن کر لئے اور اس کے کوئی اولاد نہ ہوئی تو اس نے بیحد مایوسی کے عالم میں تخت و تاج کو خیر باد کہنے کا ارادہ کر لیا۔ جب اس بات کا علم اس کے وزرا کو ہوا تو انہوں نے بادشاہ سے درخواست کی کہ وہ مایوس نہ ہوں اور ہم نجومیوں کو بلا کر اس سلسلے میں دریافت کرتے ہیں۔ ان نجومیوں اور رمالوں نے بادشاہ کے ہاں اولاد نرینہ ہونے ہونے کی بشارت دی۔ میر حسن دہلوی کا بیان ملاحظہ ہو۔

بلاتے ہیں ہم اہل تنجیم کو — نصیبوں کو اپنے ذرا دیکھ لو
تسلی تو دی شاہ کو اس نمط — ولے اہل تنجیم کو بھیجے خط
نجومی و رمال اور برہمن — غرض یاد تھا جن کو اس ڈھب کا فن

جب یہ لوگ دربار میں حاضر ہوئے تو بادشاہ نے ان سے کہا۔

نکالو ذرا اپنی اپنی کتاب — مرا ہے سوال اس کا لکھو جواب
نصیبوں میں دیکھو تو میرے کہیں — کسی سے بھی اولاد ہے یا نہیں
یہ سن کر وہ رمال طالع شناس — لگے کھینچنے زائچے بے قیاس

---

[1] مرقع دہلی ص ۱۵

دھری تختی آگے لیا قرعہ ہاتھ — لگا دھیان اولاد کا اس کے ساتھ
جو پھینکیں تو شکلیں کئی بیٹھیں مِل — کئی شکل سے دل گیا اُن کا کھل
جماعت نے رمال کی عرض کی — کہ ہے گھر میں امید کی کچھ خوشی[1]

میدانِ جنگ کے لئے روانگی سے پہلے نجومیوں کو طلب کیا جاتا تھا۔ اور ان کی بتائی ہوئی مبارک گھڑی میں کوچ کا نقارہ بجتا تھا۔ تخت نشینی کے سال بہادر شاہ نے راجپوتوں کی سرکوبی کے لئے کوچ کیا اس نے ۱۷ شعبان ۱۱۱۹ھ کو نجومیوں کی ہدایت کے مطابق اس مہم کے لئے قدم اٹھایا۔ اور درباری نجومیوں کے مشورہ کے مطابق اس نے خیرات تقسیم کی[2]

اسی طرح سرفراز خاں (والیٔ بنگال) نے اپنے درباری نجومیوں کے مشورہ پر ایک مبارک، گھڑی میں اپنے دشمنوں سے مقابلہ کیا۔[3] حیدر بیگ[4] نجومیوں کا بڑا معتقد تھا۔ ان کے مشورہ کے مطابق بے حد خیرات کیا کرتا تھا۔ اور اس موقع پر لوٹ لاٹ میں لوگوں کا ہاتھ پیر زخمی اور مجروح ہو جاتے تھے۔ بعض مرتبہ وہ لوگ حیدر بیگ کو چاندی، تانبا اور کپڑوں میں تولا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی تانبا غربا میں تقسیم کرنے کا مشورہ دیتے تھے۔ مزید براں جب کبھی اس کو کوئی خطرہ لاحق ہوتا تھا تو اس موقع پر بھی وہ ایسی ہی باتیں کرتا تھا۔[5] محمد فرخ سیر جب پٹنہ پہنچا تو اس نے وہاں پڑاؤ کیا۔ کیوں کہ کئی نجومیوں اور بالخصوص محمد رفیع نامی حکیم نے جو "از علم تنجیم بہرہ وافر داشت" اسے یہ مژدہ سنایا تھا کہ وہ ہندوستان کے تخت پر جلوہ افروز ہوگا۔[6]

---

[1] مجموعہ مثنویات میر حسن دہلوی ص ۱۷-۲۰ [3] اروِن لیٹر مغلس (انگریزی) ۱/ص ۴۶، نیز ۱۳۶-۱۳۷

[2] FRANCIS GALDWIN: NAVRA FINE IN THE TRN SAETION OF BENGAL (1788) N.162

[4] نواب آصف الدولہ کا درباری امیر۔ [5] ابو طالب، تاریخ آصف الدولہ (انگریزی ترجمہ) ص ۷۹-۸۰ [6] خافی خاں ۲/ص ۷۰۸

میر قاسم (والیٔ بنگال) بھی ان پر پورا اعتقاد رکھتا تھا۔ اور ایک بار معزول ہونے کے بعد نجومیوں کی بشارت کے مطابق تمام عمر دوبارہ مسند حاصل کرنے کا انتظار کرتا رہا۔[1]

مردوں کے علاوہ عورتیں بھی اس فن میں مہارتِ کلی رکھتی تھیں اور شمالی ہندوستان کے تمام بڑے شہروں میں موجود تھیں۔ جوان عاشق مزاج ان سے دریافت کرتے تھے کہ ان کو اپنی محبوبہ مل جائے گی یا نہیں۔[2]

اٹھارہویں صدی میں بہت سے لوگوں کو اس فن میں دستگاہ حاصل تھی۔ مثلاً محمد شاکر ناجی[3]، قلندر بخش جرأت (در علم نجوم ہندیان ... مہارتے دارد)[4] مرزا فدائی حسین خاں فدا[5] اور حکیم محمد مومن خاں مومن۔ نجوم میں ان کو وہ مہارت حاصل تھی کہ بڑے بڑے منجم ان کا منہ دیکھا کرتے تھے[6] ایسے سینکڑوں ناموں کا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

فال دیکھنے کا عام رواج تھا۔ اورنگ زیب بھی اس پر عقیدہ رکھتا تھا۔ اور دیوان حافظ سے فال دیکھا کرتا تھا۔[7]

شاہ عالم ثانی نے ایک موقع پر یہ کہاوت بیان کی جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس عہد میں

---

۱۔ POLIR: SHAH ALAM II AND HIS COURT. P. 102—103

۲۔ JAMES FORBES QRIENPAL HEWOIRS (1734) P. 261, 262—264

۳۔ تذکرہ شعرائے اردو (میر حسن دہلوی) ص ۱۲۳

۴۔ تذکرہ ہندی (مصحفی) ص ۶۳

۵۔ ایضاً ص ۱۷۲

۶۔ مختصر تاریخ ادب اردو (از سید اعجاز حسین اعجاز) الہ آباد ۱۹۳۵ء ص ۱۱۸

۷۔ منوچی جلد دوم۔ ص ۱۴۸

متالوں کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ اوران کی آمدنی بہت تھی۔ اس نے کہا
"نقل شہور است کہ آنچہ بود دزد برد و آنچہ از دزد باقی ماند، رمّال گرفت" ۱ھ

## سحر افسوں پر اعتقاد

سحر اور افسوں گری کے فن کی ابتدا رکب اور کس ملک میں ہوئی۔ اس موضوع پر بحث کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے۔ لیکن اتنا جان لینا کافی ہوگا کہ اسلام سے ماقبل وما بعد ایشیائی ممالک میں بالعموم اور ہندوستان میں بالخصوص جادو گری کا عام رواج پایا جاتا تھا۔ سلطان علاء الدین خلجی ہندوستان کا پہلا مسلم سلطان تھا جس نے جادو گری کے فن کے قلع قمع کرنے کے لئے" اقدام کیا۔ بہ قول امیر خسروؔ سلطان نے " سحرۂ خون آشام " کو گردن تک زمین دوز کرواکر سنگ سار کروادیا تھا۔ جادو گروں کا یہ گروہ بچوں کو زندہ کھا جاتا تھا۔ ۲ھ

اسلام قبول کرنے کے بعد بھی ان مسلمانوں نے جو ہندی الاصل تھے۔ اور اس فن میں مہارت رکھتے تھے۔ اس فن سے کنارہ کشی اختیار نہیں کی۔ اور اس پر عمل کرتے رہے۔ باہر سے آئے ہوئے مسلمانوں نے بھی رفتہ رفتہ اس فن میں دسترس کرلی اس کا بُرا نتیجہ یہ ہوا کہ عام مسلمان جادوگری پر اعتقاد رکھنے لگے۔ کیوں کہ قرون وسطیٰ میں افسوں گری کے کچھ ایسے واقعات منظرِ عام پر آئے کہ جاہل عوام ان سے متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکے۔ ۳ھ

---

۱ھ روزنامچہ شاہ عالم (قلمی) جلد اول ص ۱۱۸ ب

۲ھ خزائن الفتوح۔ ص ۲۰

۳ھ منوچی کا بیان ہے " میں وضاحت اور تفصیل سے بیان نہیں کرسکتا کہ کس حد تک ہندستان کے ہندو اور مسلمان جادو گری کے عامل ہیں۔ اگر میں یہ کہوں کہ وہ لوگ ایک ایسے آدمی کے پیٹ میں مرغ کی بانگ کرادیتے ہیں جس نے مرغ کھایا تھا۔ تو کوئی بھی اس بات پر یقین نہیں کرے گا۔ پھر بھی یہ حقیقت ہے کہ میں نے بارہا پیٹ میں مرغ کو بانگ دیتے ہوئے سنا ہے۔
(باقی حاشیہ صہ ۵۶ پر)

بہارستان غیبی کے مصنف (مرزا ناتھن) نے ایک واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ جب میر شمس نے جو فنِ سحر گری میں کمالیت کا مرتبہ رکھتا تھا اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے شاہ کمال پر افسوں گری شروع کی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ کمال کے منہ سے خون بہنے لگا اور اسی ہفتے اس کا انتقال ہو گیا۔ بعد ازیں میر شمس نے مرزا ناتھن کو اپنا شکار بنانا چاہا، بدیں وجہ مرزا ناتھن سخت اذیت میں مبتلا ہو گیا۔ اس زبوں حالی میں اس نے ڈھاکہ کے ایک درویش میاں عقیل محمد کو اس بارے میں لکھا۔ انہوں نے ڈھاکہ سے مرزا ناتھن کی صحت کی دعا کی۔ اور انہوں نے میر شمس پر جادو کیا۔ آخر میں مرزا ناتھن صحت یاب ہوا اور میر شمس موت کے منہ میں چلا گیا۔ [1]

محمد فرخ سیر بادشاہ کے دور میں تقی نامی بھگتیہ سحر سامری[2] کا ایک کہنہ مشق اور کامل جادوگر تھا۔ شیو داس لکھنوی اس کے متعلق لکھتا ہے۔

"تقی نام بھگتیہ در علم موسیقی و فنون رقاصی و جادوگری و سحر سامری بکار بردہ، دلِ شاہ و حاضرین مجلس را غارت نمودہ نقدی نمایاں بطریق انعام بدست آوردہ درباب رفاہِ ساکنان محلہ خود معروض داشتہ [3]

محمد امین خاں[4] (وزیر محمد شاہ بادشاہ) کا انتقال جادو کے اثر سے ہوا تھا۔ طباطبائی نے

---

بقیہ حاشیہ صـ ۵۵ : اس طرح کی مثالیں مجھے بارہا سنائی گئی ہیں۔" جلد دوم ص ۱۲۴
پھر وہ لکھتا ہے کہ مسلمان جادو کے اثر سے مگرمچھ کو مسحور کر لیتے ہیں۔ اور بڑی آسانی سے اس کو مار لیتے ہیں۔ جلد دوم ص ۹۴

---

[1] بہارستان غیبی (انگریزی) جلد دوم ص ۶۷۱ - ۶۷۲

[2] نام ایک شخص کا جو سامرہ نامی مقام کا باشندہ تھا۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو گئوسالہ بنا کر گمراہ کیا تھا۔

[3] تاریخ فرخ سیر بادشاہ (قلمی) ص ۲۶۶

[4] برائے سوانحِ عمری ملاحظہ ہو ماثر الامرا (فارسی) جلد اول ص ۳۴۶ - ۳۵۰

اس واقعہ کی تفصیل یوں بیان کی ہے۔ نمود وانمود[۱] نے اپنی شعبدہ بازیوں اور سحرکاریوں سے اتنی مقبولیت حاصل کرلی تھی کہ محمد فرخ سیر بادشاہ تک ایک عقیدت مند سائل کی طرح اس کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس کی وجہ سے اس کا لوگوں پر اور زیادہ اثر غالب آگیا اور اس سبب سے اپنے مقاصد کی برآری میں اسے بڑی تقویت ملی۔ جب محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں محمد امین خاں نے پایۂ وزارت حاصل کیا تو اس نے اس ملعون کو قید اور قتل کرنے کا حکم جاری کیا۔ جب سرکاری سپاہی نمود وانمود کے تکیہ میں پہنچے تو اس خبر سے وہ حیران اور متفکر ہوگیا۔ مگر صبر واستقلال کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اس نے اپنے چھوٹے بیٹے کو جس کا نام دید تھا مع چند نان کے جو جو اور گندم کی پکی ہوئی تھیں۔ باہر بھیجا اور پیغام دیا "آپ لوگوں نے تکلیف کی ہے۔ لہٰذا کچھ تناول فرمائیے۔ فقیر بھی ابھی آتا ہے۔" ابھی وزیر کے بھیجے ہوئے سپاہی نمود وانمود کے دروازے پر ہی تھے کہ انہوں نے یہ خبر سنی کہ وزیر کی حالت نازک ہوگئی ہے۔ یہ سنتے ہی وہ لوگ الٹے پاؤں وزیر کے دروازے پر آئے۔ جب وزیر کو بے ہوشی سے کچھ افاقہ

---

[۱] نام محمد حسین اور وطن مشہد تھا۔ جس زمانے میں عمدۃ الملک امیر خاں کابل کا گورنر تھا۔ محمد حسین اپنے وطن سے کابل آیا۔ اور عمدۃ الملک کی سرپرستی حاصل کی۔ اور اس نے اپنی متبنیہ لڑکی کا اس سے عقد کر دیا۔ لہٰذا اس نسبت کی وجہ سے شاہی خوشبو خانہ کی داروغگی کے عہدہ پر اسے مامور کیا گیا۔ عمدۃ الملک کی وفات کے بعد محمد حسین لاہور وارد ہوا اور وہاں اس نے اورنگ زیب کی رحلت کی خبر سنی۔ جو مال واسباب پشاور سے اپنے ساتھ لایا تھا، اس کو ساٹھ ستر ہزار میں فروخت کرکے فقیری کا لباس زیب تن کیا۔ اور مکر وفریب کے ذریعہ اپنا اقتدار بڑھانے لگا۔ ملاحظہ ہو۔ سیر المتاخرین۔ (ا۔ت) ج ۲/ص ۷۰۔۷۱ برائے اولاد ایضاً۔ ج ۲/ص ۷۳۔۷۴

آخر میں اس کی اولاد مرشد آباد چلی گئی۔ اور عبدالقادر خانی نے 'دید فر' نامی کا ذکر کیا ہے۔ علم وعمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد اول۔ ص ۱۵۵

ہوا تو اس نے حکم کی تعمیل کا حکم صادر کیا۔ مگر ابھی اس کو موت سے مفر نہ تھا۔ وزیر کے لڑکے نے نمود و انمود کی خدمت میں نذر بھیجی اور تعویز کی استدعا کی۔ اس نے جواب دیا۔ "تیراز شست جستہ و آب از جوی رفتہ باز نمی آید" آخر میں محمد امین خاں نے اس جادو کے اثر سے رحلت فرمائی۔ [۱]

مرزا مظہر جان جاناں نے خاص طور پر عورتوں میں افسوں گری کے عقائد کے قلع قمع کرنے کی بے حد کوشش کی۔ اور ان کو بیعت کرنے کی دیگر شرطوں کے علاوہ ایک شرط یہ بھی تھی کہ وہ سحر و افسوں گری پر عقیدہ نہ رکھیں گی۔ [۲]

انیسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں اہلیہ میر حسن علی نے لکھا تھا:

"مجھے مشکل سے کوئی شخص ایسا ملا ہوگا۔ جو اس بات کا عقیدہ نہ رکھتا ہو کہ افسوں اور وسائل خبیثہ کسی نہ کسی کے قبضے میں ہیں۔ اکثر اپنے پڑوسیوں پر اس کی مشق کی جاتی تھی"۔ [۳]

دیوالی کے تہوار کے زمانے میں عام طور پر جادو اور ٹونے ٹوٹکوں پر عمل کیا جاتا تھا۔ بقول مرزا قتیل اس زمانے میں لیمو بھی بچوں کے گلے میں ڈالتے تھے۔ یہ عمل اس وجہ سے کیا جاتا تھا کہ ان دنوں اور راتوں کو اکثر جادوگر اپنے دشمنوں کے لئے جادو ٹونا کرتے تھے۔ اور مختلف قسم کی چیزیں مثلاً "کیڑا یا مسور کی دال، زیرہ اور زرد چوب یا اسی قبیل کی کچھ چیزیں یا آٹے کا ایک پتلا بناتے تھے۔ جسے بزعم خود اپنا دشمن تصور کرتے تھے۔ پھر اسے رات کی تاریکی میں کسی گلی کے کونے میں یا سر بازار گاڑ دیتے تھے۔ تاکہ دشمن وہاں سے گزرے تو بلا میں مبتلا ہو جائے۔ یا کسی مرض میں

---

[۱] سیر المتاخرین (ا۔ت) جلد دوم ص ۷۲-۷۳

[۲] معمولات مظہری۔ ص ۴۳

[۳] نیز مراۃ الاصطلاح ص ۴۵ ب Observation etc. 11, Wh. 357-73

گرفتار ہو جائے۔[1]

ہندوستان میں قدیم زمانے سے بنگال کے جادوگر بڑے مشہور تھے۔[2] بیدمشک نامی ایک درخت کے پتوں کو جھاڑ پھونک اور دفع سحر و افسوں کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔[3]

**شادی بیاہ کے موقعوں پر اوہام پرستی**

شادی بیاہ کے موقعوں پر قسم قسم کے اوہام پر عمل کیا جاتا تھا۔ اور آج بھی ان کی ادائیگی لوازم میں سے ہے۔ مثلاً نوشہ کے مکان کی باہری دیواروں پر عقائد باطلہ کے تحت تیل یا چونے سے کچھ نشانات بنائے جاتے تھے[4] موسل سے ناڑا باندھا جاتا تھا۔[5] ان کے علاوہ ایسی بہت سی رسمیں تھیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اور ہندوستانی ماحول کے زیر اثر مسلمانوں میں مروج تھیں۔ ان رسموں کا شادی بیاہ کے عنوان کے تحت تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔[6] برات کی روانگی سے ماقبل ٹوٹے ٹوٹکے کئے جاتے تھے۔ رشتے کی بات چیت شروع ہونے سے پہلے لڑکے کا باپ شگون نکلواتا تھا۔ اہلیہ میر حسن کا بیان ہے کہ کاغذ کے کئی پرزے کاٹے جاتے تھے۔ اور ان میں سے نصف پرزوں میں "ہونا" اور بقیہ نصف پر "نہ ہونا" لکھ دیا جاتا تھا۔ ان تمام پرزوں کو خلط ملط کر دیا جاتا تھا۔ اور جاء نماز کے نیچے رکھ دیا جاتا تھا۔[7]

---

[1] برائے تفصیل ملاحظہ ہو "ہفت تماشا" (ا۔ت)، ص ۸۲ - ۸۳۔ [2] خلاصۃ التواریخ ص ۴۸۔ [3] میراۃ الاصطلاح ص ۴۴ ب ۔ ۴۵ الف [4] تقویۃ الایمان (از مولانا اسماعیل شہید) ص ۷۷ [5] اس رسم کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے۔ ناڑا بہت سے نیلے اور سرخ رنگوں کے دھاگوں کو ملا کر بٹ کر بنایا جاتا تھا۔ اور موسل لکڑی کا بنا ہوا دھان کوٹنے کا آلہ ہوتا ہے جس سے کوٹ کر دھان سے چاول الگ کرتے ہیں۔ یہ رسم بنیادی طور سے ہندوانہ تھی۔ Observation etc. 1, P. 392

[6] برائے تفصیل مجموعہ مثنویات میر حسن دہلوی (نول کشور ۱۹۴۵) ص ۱۲۷ [7] Observation etc. 1, PP 352-354 نیز قانون اسلام (انگریزی) ص ۸۴ - ۸۹

لگن دھرنے، برات کی روانگی اور نکاح کے لئے ساعت سعید کا بڑا دھیان رکھا جاتا تھا۔ اگر شادی کے بعد یا اسی زمانے میں کوئی حادثہ پیش آجاتا تو اس کی وجہ ساعتِ بد میں رشتہ کرنے کی وجہ سمجھا جاتا تھا۔ حضرت امام قاسم کی شادی کے موقع پر جو حادثات پیش آئے اس کی وجہ سودا نے بدشگونی بتایا ہے۔

یا سدستم تو یہ سنو چرخِ کہن کا — ٹھانا ہے عجب طرح سے بیاہ ابنِ حسن کا
بجوگ یہ کچھ باندھا ہے دولہا نے دلہن کا — جو تار کفن کا ہے سو ڈورا ہے لگن کا[1]

اسی طرح بابا فرید کے پوڑہ کا بالخصوص بڑا اہتمام کیا جاتا تھا۔ بقول مرزا قتیل "اگر کوئی چاہے کہ شادی میں بابا فرید کا پوڑا نہ ہو تو ممکن نہیں کہ اس کی بات اثر کر جائے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہندوستان میں شادی عورتوں کے اختیار میں ہوتی ہے۔ اور عورتیں اگر وہ چیزیں جو شادی بیاہ کر لوازم میں سے ہیں، شادی میں نہ پائیں تو ملول و کبیدہ خاطر ہو جاتی ہیں۔ اور شادی کو مبارک نہیں سمجھتی ہیں۔.... اب یہ رسم ہر گھر میں رائج ہوگئی ہے۔ اگر کوئی شخص اسے توڑتا ہے تو عورتوں کو بدشگونی کے خیال سے ساری رات نیند نہیں آتی اور اس قسم کی شادی کو بہت بُرا اور منحوس خیال کرتی ہیں۔ اور شادی کے بعد جو کچھ مثلاً دردِ سر، دردِ شکم، داماد کی قوت باہ میں فساد اور اولاد کی موت یا دولہا دلہن کی موت سامنے آتی ہے۔ اس کو اس رسم کے توڑنے کے سبب سے سمجھتی ہیں۔ عورتوں کے نزدیک جو کچھ ہوتا ہے۔ اس کی وجہ رسومات کا ترک کرنا ہوتا ہے۔"[3]

| نشا سا اتارنا یا نچھاور کرنا | نظرِ بد اور غیر متوقع مصائب اور بلاؤں سے محفوظ،.... |
|---|---|

---

[1] کلیات سودا۔ جلد دوم ص ۱۴۳-۱۴۶، ۱۴۰، ۱۹۰، ۳۰۸، ۲۹۶
[2] ایضاً ص ۱۴۳
[3] ہفت تماشا ص ۱۴۱-۱۴۲

رکھنے کی غرض سے نثار اتارنے کا رواج تھا۔ مثلاً جب نئے بادشاہ کی تخت نشینی کے مراسم ادا ہوتے تھے۔ یا وہ کسی مہم کو فتح کرکے بخیر و عافیت واپس آتا تھا تو اس موقع پر نثار اتار کر وہ رقم غربا اور مساکین میں تقسیم کر دی جاتی تھی۔

اورنگ زیب کی تخت نشینی کے جشن کے موقع پر یہ رسم عمل میں آئی تھی۔ محمد ساقی مستعد خاں کا بیان ہے۔ "بے شمار روپے اور اشرفیاں بادشاہ پر نچھاور کی گئیں۔ اہل استحقاق کو انعام واکرام عطا ہوا[۱]۔ سید عبداللہ خاں[۲] کے مقابلہ میں فتح مند ہو کر جب محمد شاہ بادشاہ شاہی محل میں داخل ہوا تو مستورات نے دروازہ پر اس کا خیر مقدم کیا، مبارکباد دی اور روپوں سے بھری تھالیں اس کے سر پر وار کر وہ روپیہ غربا میں بانٹ دیا گیا[۳]۔

شاہ عالم ثانی نے اپنے مخصوص شاعرانہ انداز میں اپنے بارھویں تخت نشینی کے جشن کے موقع پر ذیل کے شعر میں اس رسم کا ذکر کیا ہے

حضرت رسول مقبول کی نیابت کیجئے اور دیجئے وار وار ہیرا موتی لال
شاہِ عالم بادشاہ تم کو مبارک ہوں جشن ہزاروں ایسے جیسے بارواں سال[۴]

اسی طرح دیگر موقعوں پر بھی یہ رسم ادا ہوتی تھی۔ مثلاً جب دلہن کو ڈولی میں سوار کر دیا جاتا تھا اور کہار ڈولی اٹھا کر سوار ہوتے تھے تو اس موقع پر دولہا کے گھر والے پالکی یا ڈولی پر زر نثار کرتے چلتے تھے۔

چلے لے کے چنڈول جس دم کہار کیا دو طرف سے زر اسپر نثار[۵]

(باقی آئندہ)

---

[۱] مآثر عالمگیری۔ (ا۔ ت) ص ۱۴۔ [۲] برائے سوانحعمری ملاحظہ ہو مآثر الامراء (فارسی) جلد سوم ص ۱۳۵-۱۴۰
[۳] سیر المتاخرین (ا۔ت) جلد دوم ص ۶۹۔ [۴] نادرات شاہی ص ۸۲۔ [۵] مجموعہ مثنویات میر حسن دہلوی ص ۱۲۸

کرے ہے رخ پہ ترے مہ طباق زر کو نثار دکابی سیم کی ہی مہر ہر سحر وارے

دیوان جہاندار (مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی، لاہور، ۱۹۶۶ء) ص ۱۳۳